Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

وادی سندھ کی تہذیب
اور
پاکستانیت

INDUS VALLEY CIVILIZATION AND PAKISTANIAT

ڈاکٹر اسما امانت

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ اسلامیہ گریجویٹ کالج برائے خواتین، لاہور کینٹ، لاہور

ڈاکٹر عاشق حسین

ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن (کالجز)، پنجاب، لاہور

Abstract:

The most important question regarding Pakistani culture in Tehreek-e-Pakistan was: Where does it start? Some thinkers thought that it should start with the arrival of Muhammad bin Qasim in the subcontinent. Critics who see culture as a product of geography have sought to attribute it to the Indus Valley. The Indus Valley Civilization has a special place in the Pakistani region. Based on these facts, it is not appropriate to say that Pakistani culture is rooted in the Indus Valley Civilization. The elements that play a key role in defining Pakistani culture do not exist at all in the Indus Valley Civilization.

Keywords: Pakistaniat, Civilization, Indus Valley

تحریک پاکستان میں پاکستانی کلچر سے متعلق یہ سوال سب سے اہم تھا کہ اس کا نقطہ آغاز کہاں سے ہو؟ کچھ مفکرین کا خیال یہ تھا کہ اسے محمد بن قاسم کی برصغیر کی آمد سے شروع ہونا چاہیے۔ کلچر کو جغرافیہ کی پیداوار تصور کرنے والے ناقدین نے اسے وادی سندھ سے منسوب کرنے کی کوشش کی۔ وادی سندھ کی تہذیب کو پاکستانی خطے میں خاص مقام حاصل ہے کہ یہ تہذیب ارض پاکستان کی قبل از تاریخ کا سب سے شاندار حوالہ ہے۔ ان حقائق کی بنیاد پر یہ کہنا کہ پاکستانی کلچر کی بنیاد وادی سندھ کی تہذیب میں ہے، مناسب نہیں۔ جو عناصر پاکستانی کلچر کو متعین کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں وہ وادی سندھ کی تہذیب میں سرے سے موجود ہی نہیں۔

۱۹۴۷ میں جب پاکستانی کلچر کے خدوخال متعین کرنے کی ضرورت پیش آئی تو سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ پاکستانی کلچر کا نقطہ آغاز کہاں سے تصور کیا جائے۔ کچھ مفکرین کا خیال تھا کہ اسے ۱۹۴۷ سے ہی شروع کیا جائے۔ کچھ کے خیال میں محمد بن قاسم کی برصغیر آمد کو پاکستانی کلچر کا آغاز تصور کیا جائے۔ اس معمے کو سلجھانے سے قبل اگر کلچر کو سمجھ لیا جائے تو بہتر ہو گا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی بھی اپنی تصنیف پاکستانی کلچر میں لکھتے ہیں:

> "(ایک) ساتھ رہنے کی خواہش اور ایک دوسرے کی محتاجی کے احساس کے بغیر نہ تو معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور نہ ہی زندگی کی سرگرمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ معاشرتی زندگی کا یہ بنیادی عمل ہے۔ سیاسی و معاشرتی اتحاد بھی اسی عمل کی کوکھ سے جنم لیتا ہے اور ان سب کے امتزاج سے تہذیبی عمل اپنے نقوش ابھارتا ہے اور اسی خواہش کے زیر اثر طرزِ فکر و عمل

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کا اشتراک پیدا ہوتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ اس معاشرے کے افراد اپنے طرز عمل میں اس درجہ مشترک ہو جاتے ہیں کہ وہ کلچر کی کسی سطح پر ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں رہتے بل کہ مزاج کی ہم آہنگی، عادات و اطوار، لباس، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، رسم و رواج اور عقاید و زبان کی یکسانیت کی وجہ سے یہ محسوس ہونے لگتے ہیں کہ وہ صرف اسی معاشرے میں سکون اور طمانیت کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔ فکر و عمل کا یہی روحانی رشتہ جو مشترک روایات کی بنیادوں پر مشترک طرزِ زندگی کا موجب بنتا ہے اُس معاشرے کا کلچر کہلاتا ہے"۔(۱)

کلچر کی تشکیل کے سلسلے میں بہ غور مطالعہ کیا جائے تو درج ذیل عناصر کار فرما دکھائی دیتے ہیں:

ا۔ عقیدہ

ب۔ تاریخ

ج۔ جغرافیہ

د۔ زبان و ادب و فنون

ہ۔ رسومیاتی و سماجی عناصر

واضح رہے کہ ان عناصر میں سے پہلے تین عناصر پر قریباً ناقدین کا اتفاق ہے۔ دیگر دو عناصر مطالعے کے بعد اخذ کیے گئے ہیں۔ فیض احمد فیض پاکستانی کلچر اور قومی تشخص کی تلاش میں لکھتے ہیں:

"ہر ثقافت کو مذہب، تاریخ اور جغرافیہ نمو بخشتا ہے"۔(۲)

تاریخ کلچر کا دوسرا تشکیلی عنصر ہے۔ تاریخ سے مراد یہ ہے کہ کسی مخصوص قوم کی جڑیں وقت میں یا زمانے میں کتنی گہری ہیں۔ تاریخ سے مراد ماضی کی روداد بھی ہے۔ تاریخ قوموں کی بھی ہوتی ہے یعنی ان کے عقیدوں کی، تہذیبوں کی اور اس خطے کی بھی تاریخ ہوتی ہے جس میں کوئی قوم آکر آباد ہوتی ہے۔ کسی قوم کا خطہ ماضی میں کن کن تہذیبوں کا مرکز رہا؟ کن کن حالات سے گزرا؟ کوئی عقیدہ کہاں سے چلا اور کس کس مقام کا سفر کرنے کے بعد کسی مخصوص قوم تک پہنچا ہے۔ اس طرح کے تمام مظاہر کی حقیقت کو کھوجنے کے لیے ماضی تک رسائی حاصل کرنا اور یہ جاننا اس لیے ضروری امر ہے کہ قدامت باعثِ فخر ہوا کرتی ہے اور اپنی تاریخ کے بل بوتے پر ہی اقوام خود کو دنیا میں متعارف کرواتی ہیں۔ کسی مخصوص قوم کی تاریخ کا نقطہ آغاز کیا تھا یہ سوال بذات خود ایک معمہ ہے۔ اس کے حوالے سے فیض احمد فیض اپنی تصنیف پاکستانی کلچر اور قومی تشخص کی تلاش میں یہ صراحت بیان کرتے ہیں:

"۔۔۔ کوئی قوم اپنی تاریخ ہزار سال پہلے سے شروع کرتی ہے کوئی دو ہزار سال پہلے اور کوئی تین ہزار سال پہلے وغیرہ۔ اس نقطے تک جہاں تک وہ تاریخ کو اپنی تاریخ سمجھتی ہے۔۔۔ ہر قوم خود تصور کرتی ہے اور خود فیصلہ کرتی ہے کہ اس کی تاریخ وقت کے کس نقطے سے شروع ہوتی ہے"۔(۳)

تاریخ کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ قومیں راتوں رات تخلیق نہیں ہو جایا کرتیں۔ اس کے لیے اُن کے اسلوبِ حیات کا دوسروں سے مختلف ہونا، اپنی مخصوص و منفرد روایات کا ہونا ضروری ہے جو خود میں دوسری اقوام کے اسالیب حیات اور روایات سے مختلف و منفرد ہو۔ تاریخ سے مراد وہ راستہ بھی لیا جا سکتا ہے جس پر چل کر قوم حال تک پہنچتی ہے۔ حال چوں کہ ماضی سے مربوط ہوتا ہے اس لیے اقوام کے کلچر کو سمجھنے کے لیے ان کے آغاز و ارتقا کو سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جغرافیہ کلچر کا تیسرا تشکیلی عنصر ہے۔ جغرافیے سے مراد قوم کا وہ مخصوص رقبہ ہے جس میں رہتے ہوئے وہ اپنے کلچر کا آزادانہ اظہار کر سکتی ہے۔ اس مخصوص رقبے کا انتظام و انصرام بھی اُس قوم کی اپنی ذمے داری ہے۔ اس محدود و مخصوص جغرافیے میں کوئی قوم اپنے عقاید، نظریات، خیالات و افکار اور رسوم و رواج کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا اپنے مضمون "کلچر اور پاکستانی کلچر" میں کلچر اور جغرافیے کی صراحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

> "کلچر جغرافیہ کی پیداوار ہے جب کوئی خطہء ارضی بعض قدرتی حد بندیوں کے باعث دوسرے خطوں سے کٹ جائے تو کچھ ہی عرصے کے بعد اس خطے میں زندگی کرنے کا ایک نیا اسلوب پیدا ہو جاتا ہے جو دوسرے خطوں کے اسالیب حیات سے مختلف ہوتا ہے"۔(۴)

اس طرح ثقافت کی تشکیل میں جغرافیہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے یہ کہہ کر کہ کلچر جغرافیہ کی پیداوار ہے۔ تاریخ اور جغرافیہ کی حدود کو ضرورت سے زیادہ مدغم کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہیں صرف وادی سندھ میں ہی پاکستانی کلچر کا خام مواد کیوں ملا؟ اس سوال کو سمجھنے کے لیے وادی سندھ کی تہذیب کے امتیازی خصائص جاننے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کی تشکیل کا سبب دو قومی نظریہ بنا۔ اگر اس نظریے کے پس منظر میں کار فرما سیاسی عناصر اور محرکات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرزمین ہمیشہ سے بیرونی حملوں کی زد میں رہی۔ کبھی پرتگیزیوں نے تو کبھی آریاؤں وغیرہ نے یا پھر انگریزوں نے اس سرزمین پر بہ زورِ طاقت اپنا تسلط قائم رکھا۔ اسی طرح یہاں بہ یک وقت کئی تہذیبیں پرورش پاتی رہیں۔ یہ گمان بھی کیا جاتا ہے کہ برصغیر کی سرزمین قدیم ترین تہذیبوں کی امین رہی۔ وادی سندھ کی تہذیبوں کو تمدن کے حوالے سے جو خصوصی مقام و مرتبہ حاصل ہے اس نے برصغیر کی تہذیبی تاریخ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس حوالے سے احمد ندیم قاسمی اپنے مضمون "پاکستانی تہذیب کی صورت پذیری" میں لکھتے ہیں:

> "جو آج پاکستان کہلاتا ہے اور جو پاکستان کہلانے سے پہلے ویرانہ تھا بل کہ یہاں کتنی ہی تہذیبیں ابھریں، پھیلیں، رکیں اور خاک ہو گئیں۔ پھر جب تہذیبیں مرتی ہیں تو اپنی بعض نشانیاں ضرور چھوڑ جاتی ہیں۔۔۔ ان تہذیبوں پر نئے عناصر اثر انداز ہوتے ہیں پھر یہ نئے عناصر پرانے ہو کر جدید تر عناصر کی زد میں آجاتے ہیں۔ یوں بننے بگڑنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے"۔(۵)

تاریخی اعتبار سے دیکھیں تو موئن جوداڑو بہ ظاہر 'مٹی کا تودہ' ہے لیکن اس کی تہوں سے بہترین تہذیب کے اثرات دریافت ہوئے ہیں جنھوں نے ماہرین آثار قدیمہ کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تین ہزار سال قبل مسیح کے آغاز میں نیل، فرات اور سندھ کی دریائی وادیوں میں آباد ہوئے مگر ابھی تک اس بے مثال تہذیب کے باشندوں کا تعین نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے، کہاں سے آئے تھے اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ تہذیب قریب ۳۲۵۰ق م کے قریب تخلیق ہونا شروع ہوئی تھی اور ۲۷۵۰ق م میں صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ گویا اس تہذیب نے قریب پانچ سو سال برصغیر پر راج کیا۔ سید مبارک حسین اپنی تصنیف ارتقائے تمدن میں لکھتے ہیں:

> "موئن جوداڑو (Moen-Jo-Daro) اور ہڑپہ (Harraphpa) کی کھدائی نے دنیائے تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔ موئن جوداڑو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آریہ قوم کے آنے سے پہلے ارض پاکستان کا یہ خطہ آفتابِ تمدن کی ضیاپاشیوں سے منور تھا"۔(۶)

موئن جوداڑو کی تہذیب تمدنی حوالے سے منظم انداز سے تعمیر شدہ وادیوں، سہ منزلہ مکانات، جدید طرز تعمیر، زرعی تہذیب تھی۔ جس کے لوگ زیورات، لباس، دھاتوں کے استعمال سے بہ خوبی واقف تھے۔ پیشوں میں کپڑا بننے، ظروف سازی، اوزان معلوم کرنے کے پیمانے، مہریں، تجارت جیسے امور سے کماحقہ آگاہ تھے۔ غالب گمان ہے کہ موئن جوداڑو تہذیب کو آریاؤں نے آکر تباہ و برباد کیا۔ انھوں نے ہندوستان پر ایک ہی بار حملہ نہیں کیا تھا بل کہ یہ سلسلہ رفتہ رفتہ مکمل ہوا۔ اے ایل بھیشم اپنی کتاب ہندوستان کا شاندار ماضی میں آریاؤں کی آمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ہندوستان پر آریوں کا حملہ صرف ایک اتفاقیہ حملہ نہ تھا بل کہ ایک ایسا حملہ تھا جو صدیوں تک جاری رہا اور اس میں بہت سے قبائل شامل تھے"۔(۷)

اس حوالے سے اے۔ایچ دانی(A.H. Dani)اپنی تصنیف A Short History of Pakistan میں لکھتے ہیں:

"In the context of Pakistan, the available literary records take us back to about 1500 B.C, when we hear of the Aryans Chanting their vedic humns. The cities of Moenjodare and Harappa are anterior the coming of the Aryans ". (8)

یہ لوگ بھجن گاتے ہوئے برصغیر میں وارد ہوئے۔رگ وید انہی کا کارنامہ ہے۔زبان کے حوالے سے آریاؤں کے تقدم کو ڈی ڈی کوسمبی (Damoder Dharmanada Kosambi) بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آریاؤں کی تمدن کے حوالے سے ایک اہم حقیقت اُن کی زبانوں کا نظام تھا جس کے حوالے سے ڈی ڈی کوسمبی اپنی کتاب قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب میں لکھتے ہیں:

"آریاؤں کی نمایاں ترین خصوصیت زبانوں کا ایک مشترک خاندان ہے، یہ وہ واحد امتیازی خصوصیت ہے جو لوگوں کے ایک بڑے گروہ کو "آریہ" نام دینے کا جواز پیش کرتی ہے۔اس کے باوجود اس حقیقت کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ آریوں نے برصغیر میں آکر جن تہذیبوں کو تہس نہس کیا خود آریہ ان تہذیبوں سے بڑھ کر مہذب نہ تھے۔ مگر انھوں نے خود یہاں کی تہذیبوں سے کچھ حاصل کیا اور نہ دوسروں کے لیے انھیں محفوظ رکھا"۔(۹)

برعظیم کی قدیم ترین تہذیبوں میں وادی سندھ کی تہذیب کو جتنی ستائش ملی ہے اور کسی تہذیب کو نہیں ملی۔ماہرین آثارِ قدیمہ کا خیال ہے کہ یہ لوگ جتنے مہذب اور منظم انداز میں زندگی گزار رہے تھے وہ ایک حیران کن حقیقت ہے۔ان کی وادیاں جتنے منظم انداز میں تعمیر ہوئی ہیں۔وہ آج تک لوگوں کے لیے حیرت کا باعث ہیں۔مکانات پختہ، تین منزلہ تک تعمیر ہوئے ملے ہیں جو دروازے، کھڑکیاں، روشن دان جیسی جدید ضرورتوں سے مزین تھے۔بازار، گلیاں پختہ کشادہ تھیں۔نکاسی آب کا منظم نظام تھا۔غرض یہ تہذیب مکمل طور پر متمدن (شہری تہذیب) تھی۔اس حوالے سے سید مبارک حسین کا اپنی تصنیف ارتقائے تمدن میں یہ کہنا ہے:

"یہاں کی باقاعدہ گلیاں، نالیاں، غسل خانے، حمام، مونسپل ہال، مندر باقاعدہ ہوادار مکانات، جن کی چھتیں، کھڑکیاں اور دروازے بھی تھے۔اس امر کی کھلی شہادتیں ہیں کہ یہاں کے باشندے متمدن اور شائستہ تھے"۔(۱۰)

یہ لوگ زراعت و تجارت سے بھی وابستہ تھے۔مختلف طرح کی فصلیں اگاتے، اناج پیدا کرتے تھے۔اس تہذیب کی فصلیں ترقی یافتہ تھیں۔یہاں ایک گودام بھی دریافت ہوا ہے جہاں پر گندم ذخیرہ کی جاتی تھی چوں کہ تجارت بھی ہوتی تھی لہٰذا یہاں تجارتی مال پر لگائی جانے والی مہریں بھی دریافت ہوئی ہیں۔اس حوالے سے سر مورٹیمر وھیلر (Sir Mortimer Wheeler)کا کہنا ہے کہ "قریب ۲۰۰ سے زیادہ مہریں ملی ہیں"۔(۱۱)

جب کہ احمد حسن دانی (A.H. Dani)کا یہ بھی یہی موقف ہے کہ:

"The people of the Moenjodaro have left their writing on seal" (12).

یہاں کے طرز لباس کے بارے میں اندازہ ہے کہ مرد ایک کپڑے کی بڑی سی چادر کو اپنے گرد لپیٹ لیتے تھے۔سید ہاشمی فرید آبادی کی تحقیق کے مطابق ہڑپہ اور موئن جوڈارو میں سونے چاندی کی ملی جلی دھات، تانبا، کانسی، سیپ، ہاتھی دانت اور کئی قسم کے قیمتی اور نیم قیمتی پتھروں سے بنے ہوئے زیورات دستیاب ہوئے ہیں۔یہ

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

زیورات چاندی، تانبے یا کانسے کے برتنوں میں رکھے ہوئے پائے گئے ہیں۔(۱۳) غذا میں یہ لوگ زیادہ تر مچھلی، دودھ، گوشت کھاتے تھے۔ کپڑے کی صنعت کے آثار بھی ملے ہیں۔ گمان ہے کہ یہ لوگ درختوں اور جانوروں کی پوجا کرتے تھے۔ مردوں کو دفنانے کے بھی مختلف طریقے ملے ہیں۔ یہاں مردے کو جلانے اور ہانڈی میں راکھ جمع کرنے کا سراغ بھی ملا ہے۔ ان امور سے اندازہ ہوتا ہے کہ وادی سندھ کی تہذیب درجہ کمال کی جان دار اور مستحکم اور خود کفیل تہذیب تھی۔ جن کے اپنے نظام، زندگی گزارنے کے اپنے طریقے تھے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی کا اپنی تصنیف تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران میں یہ کہنا بجا ہے کہ:

> "اس میں بسنے والے لوگوں کا طرز زندگی انتہائی تہذیب یافتہ رہا ہے اور تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس قدیم زمانے میں بہت زیادہ تہذیب و تمدن کے میدان میں اتنی ترقی کیسے کر چکے تھے"؟(۱۴)

موئن جوڈارو اور ہڑپہ کے حوالے سے یہ بحث بھی قابل غور ہے کہ ایک طبقہ فکر کے خیال میں پاکستانیت کا خمیر اسی تہذیب سے اٹھا ہے جب کہ دوسرے طبقہ فکر کے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ وہ ناقدین جو وادی سندھ کی اس قدیم تہذیب کو پاکستانیت کا تسلسل خیال کرتے ہیں اُن کا اس حوالے سے کیا کہنا ہے یہ جاننا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا کا نام سر فہرست ہے۔ اپنے مضمون "کلچر کا مسئلہ" میں انھوں نے دونوں تہذیبوں کے مشترک عناصر مثلاً بیل گاڑی، باریش آدمی، الغوزہ، بانسری، تہ بند، مٹی کے برتن، مردوں کو دفن کرنا اور گائیں بھینسیں پالنے وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ پاکستانیت کے سلسلے کو وادی سندھ سے ملاتے ہوئے، وہ لکھتے ہیں:

> "پاکستانی کلچر کا کچا مواد وہی ہے جو آج سے تقریباً چھ ہزار برس قبل وادی سندھ کی تہذیب میں موجود تھا۔ وہ لوگ جن کا موقف یہ ہے کہ آج کی پاکستانی تہذیب کا وادی سندھ یعنی موئن جوڈارو اور ہڑپہ کی تہذیب سے کوئی علاقہ نہیں، دراصل تاریخ اور تہذیب کے اچھے طالب علم نہیں ہیں"۔(۱۵)

منیر احمد شیخ بھی موئن جوڈارو اور ہڑپہ کی تہذیب کو پاکستانیت سے ملاتے ہیں۔ اپنے مضمون "پاکستان میں قومی تشخص کا بحران" میں لکھتے ہیں کہ:

> "تہذیبی حوالے کے لیے دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک زمینی رشتے اور دوسرے ذہنی روحانی رشتے۔۔۔۔ زمینی رشتے کے حوالے سے جس خطے کو پاکستان کہا جاتا ہے، اس سرزمین کی تاریخ موئن جوڈارو، ہڑپہ اور ٹیکسلا کی قدیمی روایات سے پھوٹی اور یہاں کی علاقائی روایات میں رچتی بستی ہم تک پہنچی۔ ہمارے تہذیبی ڈھانچے میں اس علاقائی تہذیب کی ایک اہم اہمیت ہونا چاہیے تھی کہ یہ اس خطے کی جڑوں سے متعلق ہے اور ہمارے وجود کو ایک تاریخی تسلسل سے وابستہ کرتی ہے"۔(۱۶)

اگر ان دونوں مکاتیبِ فکر کو سامنے رکھ کر کوئی درمیانی راہ نکالی جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ وادی سندھ کی تہذیب کو پاکستان کی تاریخ و تہذیب کی داستان سے حذف کرنا دانش مندانہ عمل تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان تہذیبوں سے ہمارا جغرافیائی اتصال لامحالہ ہمیں ان کے حوالے دینے پر مجبور کرتا ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے کشادہ فکری کا رویہ اختیار کرنا ہی ہمارے خطے کے لیے باعث وقار ہو گا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر احمد حسن دانی کا اپنا موقف ہے۔ اپنے مضمون "پاکستان کی شناخت" میں ان قدیم تہذیبوں کو پاکستان کا ارضی و تاریخی پہلو تصور کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "جغرافیہ ہمیں مکمل وضاحت کے ساتھ یہ بتاتا ہے کہ آج کا پاکستان من و عن صدیوں پرانے دریائے سندھ کے اسی نظام پر مشتمل ہے جو برصغیر کے ایک کونے پر ہمیشہ سے ایک منفرد خطے کی حیثیت سے موجود ہے اور بقیہ برصغیر کی نسبت اس کا بیرونی عوامل سے کہیں زیادہ واسطہ رہا ہے جس کے نتیجے میں اس خطے کی سیاسی، جغرافیائی حیثیت بار بار واضح تر ہوتی رہی"۔(۱۷)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دوسرا مکتبہ فکر اس نظریے کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی تصنیف پاکستان: تعمیر و تعبیر میں لکھتے ہیں کہ ہم موئن جوڈارو وغیرہ کو ان خطوں کی تاریخ کا جزو مانتے ہیں جو اب پاکستان میں بھی شامل ہیں مگر ہم اس کے مظاہر کو اپنی تہذیب کا جزو نہیں سمجھ سکتے۔ اسلام موئن جوڈارو اور ماضی کی دوسری مقامی معاشرتوں کی روح کا ناسخ بن کر آیا تھا۔(۱۸) شمیم احمد کا بھی یہی خیال ہے کہ پاکستانی تمدن کو وادی سندھ سے ملانا بے کار ہے۔ وہ اپنے مضمون "کلچر-ایک سوال" میں اس حوالے سے قطعیت کے ساتھ فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "تقریباً یہی معاملہ ان دانش وروں کے ساتھ ہے جو کلچر اور پاکستانی تہذیب کا سراغ لگاتے ہوئے اپنا رشتہ "موئن جوڈارو اور ہڑپہ" سے جوڑتے ہیں۔۔۔ کیا واقعی "موئن جوڈارو اور ہڑپہ" کے آثار سے ہمارا کوئی ایسا تعلق موجود ہے جو ہمارے انفرادی اور اجتماعی وجود کا ایک حصہ محسوس ہو رہا ہو؟ ان دانش وروں کی دانش میں اتنی موٹی سی بات نہیں آتی کہ "موئن جوڈارو اور ہڑپہ" کے آثار کی عظمت اس میں نہیں کہ ہم اپنا رشتہ کسی نہ کسی طرح ان سے ٹانک دیں بل کہ وہ ساری انسانیت اور انسانی تاریخ کی راہ کا وہ سنگِ نشان ہیں جنھیں انسان اور انسان کی تہذیب نے اپنے سفر کی ہزاروں سال جدوجہد میں جگہ جگہ چھوڑا ہے"۔(۱۹)

حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو وادی سندھ کو پاکستان کے جغرافیے میں محض وہی اہمیت حاصل ہے جس کا شمیم احمد ذکر کر رہے ہیں۔ اس تعلق کو پاکستان کی ثقافت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرنا بے کار ہے۔ سید محمد تقی اپنی تصنیف ہندوستان: پس منظر و پیش منظر میں شمیم احمد کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ہڑپا اور موئن جوداڑو وغیرہ کی تہذیبیں ان ثقافتوں کے ماضی میں نہیں آتی جو آج کے پاکستان اور ہندوستان کو براہ راست ورثہ میں ملی ہیں۔ ان میں اور پاکستان و ہندوستان کے تہذیبی ڈھانچوں میں بس اتنی سی بات مشترک ہے کہ وہ اسی سرزمین میں ابھریں جن میں بعد کی تہذیبوں نے جنم لیا۔۔۔ یوں پاکستان کے ماضی کو موئن جوڈارو سے ملانے کا کوئی امکان نہیں۔ موئن جوڈارو اور ہڑپہ وغیرہ کی تہذیبیں پاکستان کے جغرافیائی سرمایوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس لیے ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے"۔(۲۰)

دیکھا جائے تو برصغیر میں پاکستانی کلچر کی بنیاد محمد بن قاسم کی آمد سے پڑی۔ اس لیے ان تہذیبوں کو بجا طور پر پاکستان کے خطے کی قدامت میں تو امتیاز حاصل ہے مگر پاکستانی ثقافت کو محض ان تہذیبوں کا تسلسل قرار دینا کسی طور مناسب نہیں۔ صرف ان چند عناصر کی یکسانیت کے اشتراک کی بنیاد پر پاکستانی کلچر کو وادی سندھ کا تسلسل قرار دینا منطقی طور پر بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ یہ اشتراک جغرافیائی ماحول کی وجہ سے تو ہو سکتا ہے مگر یہ مشترک عناصر اُس روح سے محروم ہیں جو پاکستانیت کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی: پاکستانی کلچر، اسلام آباد: نیشنل بک فائونڈیشن، ۱۹۹۷ئ، ص ۶۳

۲۔ فیض احمد فیض: پاکستانی کلچر اور قومی تشخص کی تلاش، لاہور: فیروز سنز، ص ۱۱

۳۔ فیض احمد فیض: پاکستانی کلچر اور قومی تشخص کی تلاش، ص ۲۰،۱۹

۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر: تنقید اور مجلسی تنقید، لاہور: القمر انٹر پرائزز، س ن، ص ۱۲۳

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۵۔احمد ندیم قاسمی، تہذیب و فن،لاہور: پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساونڈز،۱۹۹۱ء، ص۱۱۱

۶ ۔مبارک حسین، سید: ارتقائے تمدن، حیدر آباد: آر ایچ احمد برادرز،۱۹۵۹ء، ص۷۸

۷ ۔اے۔ایل۔ بھیشم: ہندوستان کا شاندار ماضی، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان،۱۹۹۸ئ، ص۵۴

8- A.H. Dani: A Short History of Pakistan, Karachi: University of Karachi, 1967, Pg. 26

۹۔ڈی ڈی کوسمبی (مترجم: عرش ملسیانی): قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب، تاریخی پس منظر میں، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، طبع دوم۱۹۹۸ء، ص۱۰۳

۱۰۔مبارک حسین، سید: ارتقائے تمدن، حیدر آباد: آر ایچ احمد برادرز،۱۹۵۹ء، ص۷۸

۱۱۔مورٹیمر وھیلر، سر (مترجم زبیر رضوی): لاہور: بک ہوم،۲۰۰۳ء، ص۳۹

12- A.H. Dani: A Short History of Pakistan, Pg. 26

۱۳۔ہاشمی فرید آبادی، سید: (مولف): تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت جلد ا، کراچی: انجمن ترقی اردو،۱۹۵۳ء، ص۱۳

۱۴۔مشتاق احمد وانی: تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہائوس،۲۰۰۷ء، ص۸۹

۱۵۔وزیر آغا، ڈاکٹر: تنقید اور احتساب، لاہور: جدید ناشرین، ۱۹۶۸ء، ص۳۰۱

۱۶۔مشمولہ فنون، ستمبر اکتوبر ۱۹۸۴ء، لاہور: شمارہ ۲۱، ص۷۹، ۷۰

۱۷۔مشمولہ: پاکستانی ادب، (مرتبہ) رشید امجد و فاروق علی، ص۵۳، ۵۴

۱۸۔سید عبداللہ، ڈاکٹر: پاکستان تعمیر و تعبیر، لاہور: خیابانِ ادب،۱۹۷۷ئ، ص۶۷

۱۹۔شمیم احمد: ۲+۲=۵، کوئٹہ: قلات پبلشرز،۱۹۷۷ء، ص۵۰، ۵۱

۲۰۔سید محمد تقی: ہندوستان: پس منظر و پیش منظر، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص۱۰۸، ۱۰۹